Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June 2026)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: May 19, 2026

Interfaith Respect Methodology and Practical Examples of the Prophet Muhammadﷺ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بین المذاہب احترام کا منہج اور عملی نظائر

Muhammad Tauqeer Abbas
PhD Scholar, University of Gujarat
Email: tuqeer.emiso@gmail.com

Dr. Shoaib Arif
Lecturer, University of Gujarat
E-mail: rizvi.azimfpr@gmail.com

Abstract

This article examines the principle of interfaith respect as embodied in the Seerah of the Prophet Muhammad (peace be upon him) and conducts a comparative analysis with contemporary global principles of respect for human dignity. The study explores how the Prophetic model established ethical, social, and legal foundations for peaceful coexistence among religiously diverse communities. Through an analysis of key events such as the Charter of Madinah, the delegation of the Christians of Najran, treaties with non-Muslims, and the protection of life, property, and places of worship, the article highlights that interfaith respect in the Prophetic Seerah was not merely a moral ideal but a structured and enforceable social practice.

This article examines the principle of interfaith respect as embodied in the Seerah of the Prophet Muhammad (peace be upon him) and conducts a comparative analysis with contemporary global principles of respect for human dignity. The study explores how the Prophetic model established ethical, social, and legal foundations for peaceful coexistence among religiously diverse communities. Through an analysis of key events such as the Charter of Madinah, the delegation of the Christians of Najran, treaties with non-Muslims, and the protection of life, property, and places of worship, the article highlights that interfaith respect in the Prophetic Seerah was not merely a moral ideal but a structured and enforceable social practice.

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June 2026)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
May 19, 2026
Key words: Interfaith Respect, Religious Freedom, Minority Rights, Interfaith Dialogue,Global Human Right

اسلامی تعلیمات میں "احترامِ انسانیت" کا تصور نہ صرف مسلمانوں کے لیے بلکہ تمام انسانوں کے لیے ایک جامع اور عالمگیر اصول کی حیثیت رکھتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں ہمیں انسانوں کے ساتھ حسنِ سلوک، انصاف اور برابری کے اصول ملتے ہیں، جو صرف مسلمانوں تک محدود نہیں، بلکہ دیگر مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ بھی برابری کے سلوک کی تعلیم دیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے مختلف مواقع پر اس بات کو ثابت کیا کہ انسان کی عزت، اس کی جان و مال کی حفاظت اور اس کے بنیادی حقوق کا احترام ہر فرد کا حق ہے، خواہ وہ کسی بھی مذہب، نسل یا قوم سے تعلق رکھتا ہو۔

بین المذاہب احترام، مذہبی رواداری اور انسانی حقوق کے موضوعات پر اسلامی اور مغربی علمی روایت میں قابلِ ذکر کام موجود ہے، تاہم اس میدان میں چند اہم تحقیقی خلاء بھی واضح طور پر موجود ہیں:

اولاً، اسلامی لٹریچر میں سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر کیے گئے بیشتر مطالعات یا تو خالص عقیدتی و تاریخی نوعیت کے ہیں، یا اخلاقی پہلوؤں پر وعظی انداز میں گفتگو کرتے ہیں۔ ان میں بین المذاہب احترام کو ایک منظم سماجی و قانونی اصول کے طور پر کم ہی زیرِ بحث لایا گیا ہے۔

ثانیاً، جدید عالمی انسانی حقوق کے تناظر میں سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا تقابلی مطالعہ محدود سطح پر ہوا ہے۔ بالخصوص میثاقِ مدینہ، غیر مسلم شہریوں کے حقوق، سفارتی استثنا (Diplomatic Immunity) اور آزادیِ عبادت جیسے موضوعات کو جدید انسانی حقوق کے اصولوں کے ساتھ مربوط اور تجزیاتی انداز میں کم ہی پیش کیا گیا ہے۔

ثالثاً، مغربی علمی روایت میں انسانی حقوق اور مذہبی آزادی پر گفتگو زیادہ تر جدید یورپی فکری پس منظر سے کی جاتی ہے، جبکہ سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو اکثر یا تو نظر انداز کیا جاتا ہے یا محض تاریخی تناظر تک محدود رکھا جاتا ہے۔ اس سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ انسانی حقوق ایک جدید یا مغربی تصور ہیں، حالانکہ سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کی عملی صورت بہت پہلے موجود نظر آتی ہے۔

چنانچہ یہ مقالہ اس تحقیقی خلا کو پُر کرنے کی کاوش ہے، جس میں سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو بین المذاہب احترام اور عالمی اصولِ احترامِ انسانیت کے ایک منظم، تاریخی اور اخلاقی ماڈل کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

اس مقالے کے بنیادی مقاصد درج ذیل ہیں:

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June 2026)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
May 19, 2026

1. اس بات کا جائزہ لیا جائے کہ سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بین المذاہب احترام اور انسانی وقار کے اصول کس فکری، اخلاقی اور عملی بنیاد پر قائم ہیں۔
2. یہ واضح کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرزِ عمل میں مذہبی تنوع کے باوجود بقائے باہمی، رواداری اور احترامِ انسانیت کو کس طرح منظم سماجی اور قانونی صورت دی گئی۔
3. میثاقِ مدینہ، وفدِ نجران، غیر مسلم شہریوں اور سفارت کاروں کے حقوق، اور عبادت گاہوں کے تحفظ جیسے واقعات کی روشنی میں بین المذاہب احترام کے عملی نمونوں کا تجزیہ کیا جائے۔
4. سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود بین المذاہب احترام کے اصولوں کا تقابل جدید عالمی انسانی حقوق کے تصورات، بالخصوص مذہبی آزادی، مساوی شہریت، مکالمہ، اور انسانی وقار کے اصولوں سے کیا جائے۔
5. یہ دکھایا جائے کہ سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم محض ایک تاریخی یا مذہبی بیانیہ نہیں بلکہ انسانی حقوق، مذہبی رواداری اور عالمی امن کے لیے ایک قابلِ عمل اور جامع اخلاقی نمونہ فراہم کرتی ہے۔

سیرت النبی میں بین المذاہب احترام کے عملی نظائر

اسلام نے بین المذاہب تعلقات کی بنیاد انسانیت کی مشترکہ حرمت، مذہبی آزادی، اور مکالمے کے اعلیٰ آداب پر رکھی ہے۔ یہ اصول قرآنِ مجید کی متعدد ہدایات میں موجود ہیں اور سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کی عملی تفسیر ملتی ہے۔

حرمتِ انسان اور اس کا اطلاق

عالمی سطح پر انسانی حقوق کے موجودہ مباحث میں اکثر یہ تصور پیش کیا جاتا ہے کہ مذہبی رواداری اور انسانی وقار کا شعور بنیادی طور پر جدید مغربی فکری روایت کی پیداوار ہے۔ تاہم اسلامی تاریخ اور بالخصوص سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ اس تصور کو چیلنج کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی میں ایسے واضح، منظم اور قابلِ نفاذ نمونے موجود ہیں جو مذہبی تنوع کے ساتھ پرامن بقائے باہمی، انسانی وقار اور عدل و انصاف کی بنیاد فراہم کرتے ہیں۔ سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بین المذاہب احترام کو محض ایک اخلاقی نصیحت کے طور پر نہیں بلکہ ایک سماجی، قانونی اور ریاستی اصول کی حیثیت سے اختیار کیا گیا۔

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June 2026)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
May 19, 2026

اسلام کے بنیادی اصول کے مطابق انسان کی حرمت اس کے مذہب یا نسل سے مشروط نہیں ہے۔ آیتِ کریمہ "وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ [1] "اس حقیقت کی طرف رہنمائی کرتی ہے کہ تمام انسان عزت کے مستحق ہیں۔ اس بنیاد پر سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں غیر مسلموں کے حقوق کو انسانی حرمت کے اصول کے تحت تسلیم کیا گیا ہے۔

یہ آیتِ کریمہ "تکریم" کو بنی نوع انسان کی جنس کے ساتھ وابستہ کرتی ہے، نہ کہ اس کے عقیدے کے ساتھ۔ مفسرین کے نزدیک اس تکریم میں عقل، فہم، خلافتِ ارضی اور جسمانی و روحانی شرافت شامل ہے۔ اس نظریے کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ کسی بھی غیر مسلم کی جان، مال اور عزت کو محض اس کے دینی اختلاف کی وجہ سے پامال نہیں کیا جا سکتا۔ سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہم دیکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی اصول کو بنیاد بنا کر غیر مسلم شہریوں کو "ذمی" کا درجہ دیا، جس کے لغوی معنی "ذمہ داری" کے ہیں، یعنی ان کے تحفظ کی ذمہ داری اسلامی ریاست پر عائد ہوتی ہے۔

اسلام نے عقیدے کے معاملے کو انسان کی داخلی آزادی اور ضمیر کا معاملہ قرار دیا۔ قرآنِ مجید نے دوٹوک انداز میں اعلان کیا:

"لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ۔" [2]

دین کے معاملے میں کوئی زبردستی نہیں، ہدایت گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے۔

یہ کوئی وقتی حکمتِ عملی نہیں بلکہ ایک دائمی اصول ہے۔ سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے واضح ہوتا ہے کہ دعوتِ اسلام ہمیشہ دلیل، حکمت اور نرمی کے ساتھ دی گئی، جبر کے ساتھ نہیں۔ یہاں تک کہ صلحِ حدیبیہ کے موقع پر بھی، جب کچھ صحابہؓ سختی کے حق میں تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر اور معاہدے کی پاسداری کو ترجیح دی۔

عملی طور پر حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی والدہ مشرکہ تھیں اور صلحِ حدیبیہ کے زمانے میں مدینہ آئیں۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

قَدِمَتْ أُمِّي وَهِيَ مُشْرِكَةٌ فِي عَهْدِ قُرَيْشٍ إِذْ عَاهَدُوا النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم، فَاسْتَفْتَيْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقُلْتُ: إِنَّ أُمِّي قَدِمَتْ وَهِيَ رَاغِبَةٌ، أَفَأَصِلُهَا؟ قَالَ: نَعَمْ، صِلِي أُمَّكِ۔ [3]

"میری والدہ مشرکہ تھیں اور قریش کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معاہدے کے زمانے میں مدینہ آئیں۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: میری والدہ آئی ہیں اور وہ اسلام سے راغب نہیں، کیا میں ان سے صلہ رحمی کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، اپنی والدہ سے صلہ رحمی کرو۔"

OPEN ACCESS
CC BY

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
May 19, 2026

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذمیوں (غیر مسلم شہریوں) کے حقوق کی پاسداری کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا:

» مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ رِيحَهَا تُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا۔[4]

"جس نے کسی معاہد (ذمی) کو قتل کیا، وہ جنت کی خوشبو تک نہیں پائے گا، حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے آتی ہے۔"

علامہ انور شاہ کاشمیری فیض الباری میں اس حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قَوْلُهُ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: "مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ" وَمُحُّ الْحَدِيثِ: إِنَّكَ أَيُّهَا الْمُخَاطَبُ قَدْ عَلِمْتَ مَا فِي قَتْلِ الْمُسْلِمِ مِنَ الْإِثْمِ، فَإِنَّ شَنَاعَتَهُ بَلَغَتْ مَبْلَغَ الْكُفْرِ، حَيْثُ أَوْجَبَ التَّخْلِيدَ. أَمَّا قَتْلُ مُعَاهَدٍ، فَأَيْضًا لَيْسَ بِهَيِّنٍ، فَإِنَّ قَاتِلَهُ أَيْضًا لَا يَجِدُ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ.[5]

"آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: "جس نے کسی غیر مسلم شہری کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھے گا۔" اے مخاطب! حدیث کا لبِ لباب تجھے قتلِ مسلم کے گناہ کی سنگینی بتا رہا ہے کہ اس کی قباحت کفر تک پہنچا دیتی ہے جو جہنم میں خلود کا باعث بنتا ہے، جبکہ غیر مسلم شہری کو قتل کرنا بھی کوئی معمولی گناہ نہیں ہے. اسی طرح اس کا قاتل بھی جنت کی خوشبو تک نہیں پائے گا (جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جہنم میں ڈالا جائے گا۔"

ڈاکٹر محمد طاہر القادری اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں کہ حدیث میں معاہد کا لفظ استعمال کیا گیا جس سے مراد ایسے شہری ہیں جو معاہدے کے تحت اِسلامی ریاست کے باسی ہوں، یا ایسے گروہ اور قوم کے افراد ہیں جنہوں نے اسلامی ریاست کے ساتھ معاہدۂ امن کیا ہو۔ اسی طرح جدید دور میں کسی بھی مسلم ریاست کے شہری۔ جو اُس ریاست کے قانون کی پابندی کرتے ہوں اور آئین کو مانتے ہوں- مُعاہد کے زمرے میں آئیں گے۔ جیسے پاکستان کی غیر مسلم اقلیتیں جو آئین پاکستان کے تحت باقاعدہ شہری اور رجسٹرڈ ووٹر ہیں، پاکستان کے آئین و قانون کو پاکستان کی مسلم اکثریت کی طرح تسلیم کرتے ہیں یہ سب معاہد ہیں۔ پاکستان میں موجود دیگر غیر مسلم اقلیتیں تو مسلمان شہریوں کی طرح تقسیم ہند اور قیام پاکستان کے وقت سے ہی اس مملکت کے شہری تھے اور ہیں۔ اس لیے جدید تناظر میں معاہد کا ترجمہ ہم نے غیر مسلم شہری کیا ہے۔[6]

غیر مسلم سفارت کاروں کے قتل کی ممانعت

اسلام قومی اور بین الاقوامی معاملات میں امن و رواداری کا درس دیتا ہے. قرآن وحدیث کی تعلیمات کے مطابق بد ترین دشمن قوم کا سفارت کار بھی اگر سفارت کاری کے لیے آئے تو اس کا قتل حرام ہے. حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کئی مواقع پر غیر مسلموں کے نمائندے آئے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے ہمیشہ خود بھی حسنِ سلوک فرمایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی یہی تعلیم دی. حتیٰ کہ نبوت کے جھوٹے دعوے دار مسیلمہ کذاب کے نمائندے آئے جنہوں نے صریحاً اعترافِ اِرتداد کیا تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے سفارت کار ہونے کے باعث ان سے حسنِ سلوک سے پیش آئے۔

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June 2026)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
May 19, 2026

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنِّي كُنْتُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جَالِسًا إِذْ دَخَلَ هَذَا (عَبْدُ اللهِ بْنُ نُوَاحَةَ) وَرَجُلٌ وَافِدَيْنِ مِنْ عِنْدِ مُسَيْلِمَةَ. فَقَالَ لَهُمَا رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: أَتَشْهَدَانِ أَنِّي رَسُولُ اللهِ؟ فَقَالَا لَهُ: نَشْهَدُ أَنَّ مُسَيْلِمَةَ رَسُولُ اللهِ. فَقَالَ: آمَنْتُ بِاللهِ وَرُسُلِهِ، لَوْ كُنْتُ قَاتِلًا وَافِدًا لَقَتَلْتُكُمَا. [7]

"میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا جب یہ شخص (عبداللہ بن نواحہ) اور ایک اور آدمی مسیلمہ (کذاب) کی طرف سے سفارت کار بن کر آئے تو انہیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم دونوں اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں؟ انہوں نے (اپنے کفر و ارتداد پر اصرار کرتے ہوئے) کہا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ مسیلمہ اللہ کا رسول ہے (معاذ اللہ)۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (کمال برداشت اور تحمل کی مثال قائم فرماتے ہوئے ارشاد) فرمایا: میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتا ہوں۔ اگر میں سفارت کاروں کو قتل کرنے والا ہوتا تو تم دونوں کو قتل کر دیتا (مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا نہ کیا اور انہیں جان کی سلامتی دی۔

بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مسیلمہ کذاب کے پیروکاروں کے اعلانیہ کفر و ارتداد کے باوجود تحمل سے کام لیا گیا، کسی قسم کی سزا نہیں دی گئی، نہ ہی انہیں قید کیا گیا اور نہ ہی انہیں قتل کرنے کا حکم فرمایا گیا۔ صرف اس لیے کہ وہ سفارت کار (diplomats) تھے۔ مسند احمد بن حنبل، مصنف عبدالرزاق، اور مسند بزار وغیرہ میں رَسُوْلًا کا لفظ آیا ہے یعنی اکیلا سفارت کار ہو یا سفارتی عملہ ہو، ہر دو صورتوں میں ان کا قتل جائز نہیں ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مندرجہ بالا ارشاد اور آپ کے عمل مبارک سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا کہ غیر ملکی نمائندوں اور سفارت کاروں کی جان کی حفاظت کرنا سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

فَجَرَتْ سُنَّةٌ أَنْ لَا يُقْتَلَ الرَّسُولُ. [8]

"(اس عمل سے) سنت جاری ہو گئی کہ سفارت کار کو قتل نہ کیا جائے"۔

گویا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس جملے نے سفارت کاروں کے احترام کا بین الاقوامی قانون وضع فرما دیا۔ اس حکم سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ وہ تمام عملہ جو کسی embassy میں سفارت کاری پر تعینات ہو اسی حسن سلوک کا حق دار ہے اور اس کا قتل بھی از روئے حدیث حرام ہے۔ گزشتہ کئی سالوں سے پاکستان کے شورش زدہ علاقوں میں غیر ملکی سفارت کاروں اور انجینئرز کے اغوا اور قتل کے متعدد واقعات رُونما ہو چکے ہیں جن کی ذمہ داری دہشت گرد قبول کرتے رہے ہیں۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ اسلام کے نام پر دہشت گردی کرنے والے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان تعلیمات سے صریحاً انحراف برتنے کے باوجود خود کو "مجاہدینِ اسلام" سمجھتے ہیں۔ [9]

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June 2026)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
May 19, 2026

اختلافِ مذہب کے باوجود حسنِ سلوک

قرآن مجید میں دوسرے مذاہب اوران کے معبودوں کو برا کہنے کی ممانعت ہے۔اوران کو برا کہنے سے روکا گیاہے ارشاد باری تعالی ہے:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ[10]

جو لوگ اللہ کے سوا کسی دوسرے کو پکارتے ہیں انہیں گالی مت دو۔

اس آیۃ کریمہ کی وضاحت اور تفسیر بیان کرتے ہوئے علامہ عبدالماجد دریاآبادی بیان کرتے ہیں:

جو صاحب کتاب ہونے کے باوجود قانون الٰہی کے منکر بلکہ اس کے باغی ہیں۔ ''اولیآء''۔ولی کی جمع ہے،اور ولی کااطلاق دوست،قریبی اور ناصر و مددگار سب پر ہوتا ہے۔یہاں جس چیز کی ممانعت فرمائی گئی ہے،وہ تعلق دوستی،محبت،قرب اختصاصی کا ہے،رہاعدل و حسن سلوک،تواس کا تعلق کفرواسلام سے نہیں،وہ توہر فرد بشر، بلکہ ہر مخلوق کے حق میں لازمی ہے،ایک تیسری اور درمیانی صورت مصالحت و معاملت کی رہ جاتی ہے تووہ اہل اسلام کی اپنی مصلحت کے تابع ہے۔صلح اور عہد وپیمان ہر کافرجماعت سے مشروع طریقہ پر کرسکتے ہیں،ممانعت قطعی صرف موالات یادوستانہ اتحاداور برادرانہ مناصرۃ کی ہے۔ھذا یدل علی قطع الموالات شرعا(قرطبیؒ) ای لاتعتمدوا علی الاستنصار بھم ولاتتودوا الیھم (کبیر)اور پھر یہ ممانعت جب اہل کتاب سے دوستی اور یگانگت کی ہے،جو توحید،سلسلہ نبوت اوراجزائے آخرت کے عقائد میں کم از کم اصولی طور پر تو مسلمانوں سے متحد ہیں،توظاہر ہے کہ مشرکین کے مقابلہ میں یہ ممانعت کتنی مؤکداور اشد ہوگی جو مسلمانوں کے ساتھ کچھ بھی قدر مشترک نہیں رکھتے۔یہ نہ بھی ہو،بھی کافر کتابی کے درجہ میں تووہ بہرحال رہیں گے فاذاامرنا بمعاداۃ الیھود والنصاری لکفرھم فغیرھم من الکفار بمنزلتھم (جصاص)۔اپنی مناسبت باہمی اوراسلام سے عداوت مشترک کی بناپر)مطلب یہ ہواکہ یہودی یہودی اور نصرانی نصرانی توباہم دوست ہوتے ہی ہیں،باقی خود یہود ونصاری کے درمیان بھی بہت کچھ مناسبت ہے،کم ازکم یہی کہ اسلام اور مسلمانوں کی عداوت پردونوں متحد ہیں،ان کے آپس میں اگر تمہارے خلاف ساز باز ہوجائے توکچھ تعجب نہیں،لیکن تم جو اہل ایمان ہو،تم میں اور منکرین قرآن میں مناسبت ہی کیا،اور اشتراک کیسا؟[11]

اس آیت میں وضاحت کے ساتھ مسلمانوں کو یہود ونصاری کے ساتھ دوستی قائم کرنے سے منع کیا گیاہے۔اس حکم کے اطلاق کی دوصورتیں میں ایک یہ کہ اسے عام حکم مانا جائے یعنی اس کااطلاق پر زمانے اور ہر علاقے کے مسلمانوں اور یہود ونصاری پر کیا جائے۔دوسرا یہ کہ اسے خاص حکم مانا جائے یعنی اس کااطلاق خاص زمانے اور خاص علاقے کے مسلمانوں اور یہود ونصاری پر کیا جائے۔اگر ہم اسے عام حکم مانیں تو اس آیت کاقرآن کی بعض دوسری آیات سے تضاداور تصادم ہوجاتاہے۔

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June 2026)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
May 19, 2026

سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اس امر کی روشن دلیل ہے کہ اختلافِ مذہب کے باوجود حسنِ سلوک، حسنِ کلام اور عدل و احترام اسلامی معاشرت کے بنیادی اصول ہیں۔ قرآنِ مجید کا ارشاد "وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا" اور اہلِ کتاب سے "بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ" کے ساتھ مکالمے کی ہدایت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی میں پوری وضاحت کے ساتھ نمایاں ہوتی ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات میں نہ صرف اخلاقی شائستگی کو برقرار رکھا بلکہ عملی سطح پر بھی حسنِ معاشرت، رواداری اور انسانی وقار کا اعلیٰ نمونہ پیش فرمایا۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی مشرکہ والدہ جب مدینہ آئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی والدہ کے ساتھ صلہ رحمی اور حسنِ سلوک جاری رکھنے کا حکم دیا۔

عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ، قَالَتْ: قَدِمَتْ عَلَيَّ أُمِّي وَهِيَ مُشْرِكَةٌ عَلَى عَهْدِ قُرَيْشٍ، إِذْ عَاهَدُوا رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم، فَاسْتَفْتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ: إِنَّ أُمِّي قَدِمَتْ عَلَيَّ وَهِيَ مُشْرِكَةٌ رَاغِبَةٌ أَفَأَصِلُهَا؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم: «نَعَمْ صِلِي أُمَّكِ»[12]

اسماء رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میری والدہ مشرکہ تھیں وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریش کے ساتھ صلح کے زمانہ میں اپنے والد کے ساتھ (مدینہ منورہ) آئیں۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے متعلق پوچھا کہ میری والدہ آئی ہیں اور وہ اسلام سے الگ ہیں (کیا میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کر سکتی ہوں؟) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں اپنی والدہ کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔

یہ واقعہ واضح کرتا ہے کہ مذہبی اختلاف خاندانی تعلق، انسانی ہمدردی اور اخلاقی ذمہ داری کو منقطع نہیں کرتا، بلکہ سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اس اختلاف کے باوجود خیر خواہی اور حسنِ معاملہ کو برقرار رکھنے کی تعلیم دیتی ہے۔ اسی طرح وفدِ نجران کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرزِ گفتگو، ان کے ساتھ نرم اور باوقار مکالمہ، اور ان کے مذہبی تشخص کا احترام اس بات کی دلیل ہے کہ نبوی منہج میں اختلاف کو تصادم نہیں بلکہ حکمت، مکالمہ اور باہمی احترام کے ساتھ برتا جاتا ہے۔ اس طرح سیرتِ طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ثابت کرتی ہے کہ اسلام میں بین المذاہب تعلقات کی بنیاد دشمنی یا تحقیر پر نہیں بلکہ حسنِ اخلاق، عدل، تحمل اور احترامِ انسانیت پر قائم ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا۔

وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین۔[13]

آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا۔

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June 2026)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
May 19, 2026

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کو بہترین اسوہ قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ[14]

تمھارے لیے نبی کریم کی ہستی بہترین نمونہ ہے۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتی بالا فید فعہ الی بعض المسلمین فیقول احسن الیہ فیکون عندہ الیومین والثلاثۃ فیوثرہ علی نفسہ [15]

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قیدی لایا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے کسی مسلمان کے حوالے کر دیتے اور فرماتے کہ اس کے ہاتھ اچھا سلوک کرے۔ یہ قیدی اس کے پاس دو تین دن رہتا اور وہ مسلمان اس کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر ترجیح دیتا تھا۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلموں کی دعوت بھی قبول فرماتی ہے۔

ان یھودیا دعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی خبز شعیر واھالۃ سنخۃ ماجابہ۔[16]

ایک یہودی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کی روٹی اور بدبودار چربی (یا قیل) کی دعوت دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمالی۔

غزوہ بدر سے لے کر فتح مکہ تک ابو سفیان نبی کریم کا جانی دشمن تھا۔ جب مکہ فتح ہوا تو حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ ان کو لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ نے اسے نہ صرف معاف کیا بلکہ سک کے گھر کو امان کی جگہ قرار دے دیا۔

من دخل دار ابی سفیان فھو امن۔[17]

غیر مسلموں کے جتنے بھی وفود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتے تھے آپ ان کی خوب میزبانی فرماتے تھے۔ جب حبشہ کے عیسائیوں کا ایک وفد مدینہ منورہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو مسجد نبوی میں ٹھہرایا اور ان کی خوب مہمان نوازی کی اور ان کی مہمان نوازی کی ساری کی ساری ذمہ داری اپنے ذمہ لی اور فرمایا

انھم کانو الا صحابنا مکرمین وانی احب ان اکافتھم۔[18]

یہ لوگ ہمارے ساتھیوں کے لئے ممتاز و منفرد حیثیت رکھتے ہیں۔ اس لیے میں نے بذات خود ان کی تعظیم و تکریم اور مہمان نوازی کی ذمہ داری قبول کی۔

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June 2026)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
May 19, 2026

ایک دفعہ نجران کے عیسائیوں کا14رکنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وفد کو مسجد نبوی میں ٹھہرایا ۔اس وفد میں شامل عیسائیوں کواجازت دی کہ وہ اپنی نماز اپنے طریقے کے مطابق مسجد نبوی میں ادا کریں۔

چنانچہ یہ مسیحی حضرات مسجد نبوی کے ایک کونے میں مشرق کی جانب اپنا رخ کر کے نماز پڑھتے رہے۔[19]

حضرت علی کے اپنے والد محترم کے انتقال پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دربار میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ انھیں کون دفن کرے گا؟تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی جاؤاور جاکر اپنے والد محترم کو دفن کرو۔حضرت علی نے عرض کیا یارسول اللہ وہ تو مشرک اور ہدایت سے محروم تھے وہ غیر مسلم تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤاور جاکر اپنے والد محترم کو دفن کرو پھر کوئی اور کام کئے بغیر سیدھے میرے پاس آؤ میں گیا اور انھیں دفن کیا اور آپ کی خدمت میں پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے غسل کرنے کا حکم دیا اور دعا دی اور ایسی دعا دی کہ اس دعا کے عوض مجھے سرخ وسیاہ اونٹ بھی پسند نہیں۔[20]

کتاب الخراج کے مصنف ایک روایت میں اسطرح بیان کرتے ہیں۔

ان رجلا من المسلیمین قتل رجلا من اہل الکتاب فرفع الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ انا احق من وفی بذمتہ ثم امر بہ فقتل۔[21]

ایک مسلمان نے ایک اہل کتاب کو قتل کیا مقدمہ حضور کی دربار میں آیا تو آپ نے فرمایا کہ میں اہل ذمہ کا سب سے زیادہ ذمہ دار ہوں آپ نے قاتل کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ اسکو قتل کر دیا جائے اور اسے قتل کر دیا گیا۔

بین المذاہب احترام کے مزید عملی مظاہر

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دور نبوت کے دونوں زمانوں میں غیر مسلموں کے ساتھ احسن سلوک اور برتاؤ کیا۔مکی دور میں آپ کے ساتھ برا سلوک کیا گیا آپ نے اس کے جواب میں بھی غیر مسلموں کے ساتھ کبھی بھی برے الفاظ کا استعمال نہ کیا اور نہ ہی ان کے ساتھ غیر اخلاقی اور ناشائشتہ الفاظ کا استعمال کیا۔جب صلی اللہ علیہ وسلم طائف کے بازار میں دین اسلام کی تبلیغ کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں کے لوگوں نے آپ پر پتھر برسائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک لہو لہان ہو گیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک سے خون بہہ نکلا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مبارک بھی خون سے بھر گئے۔ایسے مشکل وقت میں بھی آپ نے انھیں بددعا نہ دی۔مکی دور میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلموں کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا۔انھیں کبھی بھی کوئی تکلیف نہ پہنچائی۔بلکہ آپ نے طائف کے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی اے مولا ان کو ہدایت عطا فرما یہ مجھے نہیں جانتے۔مدنی دور میں اللہ تعالیٰ نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
May 19, 2026

غلبہ عطا فرمایا تو پھر بھی آپ نے غیر مسلموں سے کوئی انتقام نہ لیا۔ بلکہ آپ نے عام معافی کا اعلان فرمادیا۔ غیر مسلموں سے آپ کے حسن اخلاق، حسن سلوک اور معافی ودر گزر کے بے شمار واقعات کتب سیرت واحادیث میں موجود ہیں۔

ہجرت مدینہ کے موقع پر قریش مکہ کی طرف سے یہ اعلان کیا گیا جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ یا نعوذ باللہ مردہ حالت میں پکڑ کر لائے گا,اس کو 100 اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے۔ سراقہ بن جعشم نے اپنے تیز رفتار گھوڑے کی مدد سے یہ کام کرنا چاہا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن اس کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس جاتے۔ تین دفعہ اس نے ایسا کیا لیکن اس کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس جاتے آخر کار اس نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ اور آپ سے سند امان حاصل کرنے کی درخواست کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سند امان لکھ دی۔ آٹھ سال بعد جب سراقہ بن جعشم نے اسلام قبول کیا اور وہ مسلمان ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سابقہ جرم کا ذکر تک نہ کیا۔[22] حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اطراف نجد میں غزوہ کے لئے گئے تھے پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوئے تو وہ بھی واپس ہوئے۔ قیلولہ کا وقت ایک وادی میں آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درخت جس کا نام ببول تھا قیام فرمایا اور اپنی تلوار اس درخت کے ساتھ لٹکا دی۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرتے ہیں کہ ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پکارا ہم خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بدوی بیٹھا ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص نے میری تلوار مجھ پر کھینچ لی تھی میں اس وقت سویا ہوا تھا میری آنکھ کھلی تو میری ننگی تلوار اسکے ہاتھ میں تھی۔ اس نے مجھ سے کہا کہ تمھیں میرے ہاتھ سے کون بچائے گا؟ میں نے جواب دیا اللہ، اب دیکھو یہ بیٹھا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اسے کوئی سزا نہ دی۔[23]

صلح حدیبیہ کے میں 80 آدمیوں کا ایک دستہ جورات کی تاریکی میں جبل تنعیم سے اتر کر آیا تا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھپ کر قتل کر دیں مسلمان ہوشیار و چالاک تھے انھوں نے ان سب کو گرفتار کر دیا لیکن نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کوئی اعراض نہ کیا۔[24]

مکہ کی سرزمین میں ابوجہل اور ابوسفیان کے خاندان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں پیش پیش تھے۔ ابوجہل تو جنگ بدر میں مارا گیا لیکن اس کا بیٹا عکرمہ جو بعد کی جنگوں میں مسلمانوں کے خلاف بھر پور حصہ لیتا رہا فتح مکہ کے بعد وہ ڈر کی وجہ سے یمن کی طرف چلا گیا۔ اس کی بیوی مسلمان ہو چکی تھی وہ اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عفوودر گزر کا ذکر کر کے واپس لے آئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو واپس آتے ہوئے دیکھ لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوشی سے مسکرانے لگے اور تیزی

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June 2026)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: May 19, 2026

سے ان کی طرف بڑھے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جسد اطہر پر چادر رکھنے کا خیال بھی نہ رہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ہجرت کرنے والے سوار تیرا آنا مبارک ہوا۔

غزوہ بدر میں مشرکین جو غیر مسلم تھے ان کے 70 آدمی مارے گئے اور 70 ہی قیدی ہوئے تھے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کو صحابہ کرام کے درمیان تقسیم کر دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ پیش آنے کی نصیحت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نصیحت کا صحابہ کرام پر اس قدر اثر ہوا کہ حضرت مصعب بن عمیر کے بھائی ابو عزیز بن عمیر یوں بیان کرتے ہیں۔

"کہ وہ جنگ بدر میں نفر بن حارث کے بعد مشرکین کے علم بردار تھے فرماتے ہیں کہ انھیں بعض انصار کے حوالے کر دیا گیا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت کا ناپر یہ اثر تھا کہ وہ صبح و شام کھانے کے مجھے روٹی کھلاتے تھے اور خود کھجور کھا کر گزارا کر لیتے۔ اگر انھیں روٹی کا ایک ٹکڑا بھی ملتا تو وہ مجھے دے دیتے اسے ہاتھ نہیں لگاتا تھا اس سے مجھے شرم محسوس ہوتی تھی۔[25]

بدر کے قیدیوں کے علاوہ بھی جب کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قیدی پیش کئے جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رویہ ان کے ساتھ بڑا مہذبانہ اور شریفانہ ہوتا تھا۔

حضرت اسامہ بن زید کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے مجمع کے پاس سے گزرے جس میں مسلمان، مشرک، بت پرست، یہودی اور ہر قسم کے آدمی موجود تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو سلام کیا۔[26]

حضرت اسماء بنت ابی بکر فرماتی ہیں کہ صلح حدیبیہ کے بعد جب امن ہو گیا میری ماں مجھ سے ملنے آئیں وہ مشرکہ تھیں (یعنی غیر مسلم) میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ وہ مجھ سے کچھ توقع لے کر آئی ہیں کیا میں ان کے ساتھ تعاون اور ہمدردی کر سکتی ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔[27]

حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ بنو ثقیف کے ایک وفد کو جو ابھی تک اسلام قبول نہیں کیا تھا اس وفد کو مسجد نبوی میں ٹھہرایا۔ حضرت خالد بن سعید کی یہ ذمہ داری تھی کہ وہ اس وفد کے کھانے کا انتظام فرماتے تھے وفد کے لوگ حضرت خالد کے کھانے سے پہلے کھانا نہیں کھاتے تھے۔[28] اس قبیلہ نے بعد میں چند شرائط کے ساتھ اسلام قبول کیا تھا۔

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June 2026)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
May 19, 2026

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب جب بیمار ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی عیادت فرمائی۔[29]

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کا انتقال ہوا تو حضرت علی نے آپ کو آپ کے چچا ابو طالب کے فوت ہونے کی خبر دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رونے لگے اور ایک اور روایت میں اس طرح کے الفاظ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی مغفرت کی دعا بھی کرتے رہے ہیں بعد میں جب اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رک گئے۔[30]

میثاقِ مدینہ: بین المذاہب احترام کی دستوری مثال

میثاقِ مدینہ اسلامی تاریخ کا وہ بنیادی دستوری معاہدہ ہے جس کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کو ایک باقاعدہ ریاستی نظم میں منظم کیا۔اس معاہدے کی انفرادیت اس امر میں مضمر ہے کہ اس میں مختلف مذاہب، قبائل اور سماجی اکائیوں کو ایک ہی سیاسی وحدت میں شامل کیا گیا، جبکہ ہر گروہ کی مذہبی شناخت اور داخلی آزادی کو برقرار رکھا گیا۔اس فصل میں میثاقِ مدینہ کے انہی اصولوں کا جائزہ لیا گیا ہے جن کی بنیاد پر بین المذاہب احترام اور مساوی شہریت کا تصور تشکیل پاتا ہے۔ میثاقِ مدینہ میں یہ امر واضح کیا گیا کہ ریاستِ مدینہ میں شامل یہودی قبائل اور مسلمان ایک مشترکہ سیاسی نظام کا حصہ ہوں گے۔اس معاہدے کے مطابق مذہبی اختلاف ریاستی وفاداری یا شہری حیثیت میں فرق کا سبب نہیں بنے گا۔ یہ اصول اس زمانے کے قبائلی معاشرے میں ایک بنیادی اور انقلابی تصور کی حیثیت رکھتا ہے، جہاں مذہب اور قبیلہ عموماً حقوق و فرائض کے تعین کا معیار ہوتے تھے۔

یہ معاہدہ اس وقت وجود میں آیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے۔اس وقت مدینہ کا معاشرہ قبائلی عصبیت، اندرونی خون ریزی اور مذہبی تفریق کا شکار تھا۔اوس اور خزرج کے قبائل صدیوں سے آپس میں برسرِپیکار تھے، جبکہ یہودی قبائل (بنو قینقاع، بنو نضیر، بنو قریظہ) اور دیگر گروہ اپنی الگ شناخت اور مفادات رکھتے تھے۔اس انتشار زدہ ماحول میں میثاقِ مدینہ نے پہلی بار مختلف عقائد، ثقافتوں اور قبائل کو ایک مشترکہ قانونی نظام کے تحت متحد کیا۔

میثاق مدینہ کے اہم پہلو

میثاقِ مدینہ کی سب سے نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ اس نے مذہبی تنوع کو تسلیم کرتے ہوئے ایک مشترکہ سیاسی نظم کی تشکیل کی۔اس دستاویز میں یہ اصول درج تھا:

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June 2026)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
May 19, 2026

وَاِنَّ یَھُوْدَ بَنِیْ عَوْفٍ اُمَّۃٌ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ، لِلْیَھُوْدِ دِیْنُھُمْ وَلِلْمُسْلِمِیْنَ دِیْنُھُمْ[31].

،یعنی بنو عوف کے یہود مؤمنین کے ساتھ ایک امت ہیں؛ یہود کے لیے ان کا دین ہے اور مسلمانوں کے لیے ان کا دین۔

اس شق سے واضح ہوتا ہے کہ میثاقِ مدینہ نے مذہبی اختلاف کو ختم نہیں کیا بلکہ اسے دستوری طور پر تسلیم کیا۔ یہ نقطہ نہایت اہم ہے، کیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نبوی ریاست کا اجتماعی نظم مذہبی یکسانیت پر قائم نہیں تھا، بلکہ اصولِ معاہدہ، سیاسی شراکت اور باہمی ذمہ داری پر مبنی تھا۔ یہاں ''امت'' کا مفہوم ایک سیاسی و شہری وحدت کے طور پر سامنے آتا ہے، نہ کہ عقیدے کی سطح پر مکمل ادغام کے معنی میں۔ یہی پہلو میثاقِ مدینہ کو بین المذاہب بقائے باہمی کا ایک غیر معمولی تاریخی نمونہ بناتا ہے۔

اس معاہدے کا دوسرا بنیادی پہلو مذہبی آزادی ہے۔ میثاقِ مدینہ میں یہودی قبائل کو ان کے دین پر برقرار رہنے کا حق دیا گیا، اور ان پر اسلام قبول کرنے کے لیے کوئی جبر نہیں کیا گیا۔ یہ اصول سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس وسیع تر قرآنی تصور سے ہم آہنگ ہے جس میں دین کے معاملے میں جبر کی نفی کی گئی ہے اور اہلِ کتاب کے ساتھ بہترین طریقے سے مکالمہ کرنے کی ہدایت دی گئی ہے۔ میثاقِ مدینہ اس قرآنی اصول کو ریاستی اور سماجی سطح پر عملی جامہ پہناتا ہے۔ اس کے نتیجے میں مذہبی اقلیتیں محض برداشت کی جانے والی جماعتیں نہیں رہتیں بلکہ ایک باقاعدہ قانونی وجود حاصل کرتی ہیں، جن کے مذہبی تشخص، سماجی مقام اور اجتماعی مفادات کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ اسی بنا پر میثاقِ مدینہ کو مذہبی آزادی کے ایک ابتدائی دستوری ماڈل کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے، جو جدید انسانی حقوق کے اس اصول سے مماثلت رکھتا ہے کہ ہر فرد اور ہر گروہ کو اپنے مذہب پر قائم رہنے، اس پر عمل کرنے اور اپنی مذہبی شناخت برقرار رکھنے کا حق حاصل ہے۔

تیسرا اہم پہلو مساوی شہری حیثیت کا ہے۔ اگرچہ ساتویں صدی کے عرب معاشرے کو جدید ریاستی شہریت کے پیمانے پر من وعن نہیں پرکھا جا سکتا، تاہم میثاقِ مدینہ نے اپنے زمانے کے لحاظ سے ایک غیر معمولی اصول متعارف کرایا: مختلف قبائل اور مذہبی گروہ ایک مشترکہ سیاسی نظام کے رکن ہوں گے اور ان کے بعض بنیادی حقوق معاہدے کے تحت محفوظ ہوں گے۔ اس معاہدے نے قبائلی عصبیت کو محدود کیا اور ایک ایسے سیاسی نظم کی بنیاد رکھی جس میں شہری حیثیت کا معیار صرف خون، نسل یا قبائلی وابستگی نہیں بلکہ معاہدے میں شمولیت اور اجتماعی ذمہ داری کی قبولیت بھی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ میثاقِ مدینہ کو ایک ابتدائی plural constitutional order یا کثرتی دستوری نظام کہا جا سکتا ہے۔ اس میں مسلمانوں اور یہود کے درمیان مذہبی فرق برقرار تھا، لیکن ریاستی نظم، دفاعی ذمہ داری، امن کی حفاظت اور باہمی تعاون کے میدان میں انہیں ایک مشترکہ سیاسی اکائی کا حصہ تصور کیا گیا۔ یہ اصول جدید عالمی انسانی حقوق کے منشور میں درج

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June 2026)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: May 19, 2026

non-discriminationاور equality before lawکے تصورات کے ساتھ معنوی قربت رکھتا ہے، اگرچہ اس کی تاریخی و تہذیبی بنیادیں مختلف ہیں

چوتھا پہلو معاہداتی ذمہ داریوں کی برابری ہے۔ میثاقِ مدینہ میں صرف حقوق کی بات نہیں کی گئی، بلکہ فرائض اور ذمہ داریوں کو بھی اجتماعی نظم کا لازمی جز قرار دیا گیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ریاستِ مدینہ میں شامل مختلف گروہ صرف حقوق کے مستحق نہیں تھے بلکہ انہیں اجتماعی دفاع، امن عامہ کے قیام، معاہدے کی پاسداری اور دشمن کے مقابلے میں تعاون جیسی ذمہ داریاں بھی ادا کرنی تھیں۔ یہ شق اس امر کی عکاسی کرتی ہے کہ نبوی ریاست میں شہری نظم یک طرفہ رعایت پر قائم نہیں تھا، بلکہ mutual obligationیعنی باہمی ذمہ داری کے اصول پر تشکیل پایا تھا۔ یہ تصور جدید سماجی معاہدے کے نظریات سے بھی معنوی نسبت رکھتا ہے، جہاں ریاست اور شہریوں کے درمیان حقوق و فرائض کی متوازن تقسیم کو بنیادی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ اس طرح میثاقِ مدینہ صرف آزادی کا منشور نہیں بلکہ نظم، ذمہ داری اور اجتماعی عدل کا بھی ایک متوازن نمونہ ہے۔

پانچواں اہم پہلو غیر مسلموں کے جان و مال اور عزت کے تحفظ سے متعلق ہے۔ آپ کے متن میں میثاقِ مدینہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ احادیث بھی درج ہیں جو اس دستوری فریم کی روح کو مزید واضح کرتی ہیں، مثلاً "مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ" اور "أَلَا مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِدًا... فَأَنَا حَجِيجُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ"۔ ان نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوی نظام میں غیر مسلم شہری یا معاہد محض ایک "برداشت شدہ وجود" نہیں تھا، بلکہ اس کی جان، مال، عزت اور قانونی مقام کو مذہبی و اخلاقی ضمانت حاصل تھی۔ یہیں سے میثاقِ مدینہ کے قانونی ڈھانچے اور نبوی تعلیمات کی اخلاقی روح ایک دوسرے سے ملتی ہیں۔ معاہدہ صرف سیاسی دستاویز نہیں رہتا بلکہ ایک ایسی اخلاقی ذمہ داری میں بدل جاتا ہے جس کی خلاف ورزی کو دینی اعتبار سے بھی جرم قرار دیا جاتا ہے۔

دار الافتاء المصریہ کے مطابق:

"یہ معاہدہ انسانی تاریخ کی سب سے اہم آئینی دستاویز سمجھا جاتا ہے جس نے شہریت، تنوع اور بقائے باہمی جیسے انسانی حقوق کو مذہب، نسل، جنس یا رنگ کی تفریق کے بغیر قائم کیا۔[32] "

اگر جدید عالمی انسانی حقوق کے تناظر میں میثاقِ مدینہ کا تقابلی مطالعہ کیا جائے تو کئی اہم مماثلتیں سامنے آتی ہیں۔ مذہبی آزادی کے اعتبار سے یہ معاہدہ اس اصول سے ہم آہنگ نظر آتا ہے کہ کسی مذہبی گروہ کو اپنے عقیدے سے دست بردار ہونے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ مساوات کے اعتبار سے اس نے مختلف گروہوں کو مشترک

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June 2026)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
May 19, 2026

سیاسی نظم میں شامل کیا اور ان کی بنیادی قانونی حیثیت کو تسلیم کیا۔ بنیادی حقوق کے لحاظ سے اس میں جان و مال کے تحفظ، امنِ عامہ، اجتماعی دفاع اور معاہداتی انصاف کے اصول موجود ہیں۔ اسی لیے آپ کے فراہم کردہ متن میں بھی یہ واضح کیا گیا ہے کہ میثاقِ مدینہ جدید عالمی انسانی حقوق کے مذہبی آزادی، مساوات اور بنیادی حقوق جیسے تصورات سے قابلِ موازنہ ہے۔ تاہم یہاں ایک اہم علمی نکتہ بھی ملحوظ رہنا چاہیے کہ میثاقِ مدینہ کو جدید سیکولر human rights charter کے ساتھ مکمل طور پر یکساں قرار دینا درست نہیں ہوگا؛ زیادہ محتاط علمی زبان یہ ہے کہ میثاقِ مدینہ ان اصولوں کی ایک ابتدائی، تہذیبی اور وحی پر مبنی صورت پیش کرتا ہے۔

نجران کے عیسائیوں کا وفد اور مذہبی آزادی کا احترام

سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نجران کے عیسائیوں کے ساتھ پیش آنے والا واقعہ بین المذاہب احترام، مذہبی رواداری اور آزادیِ عبادت کی ایک نہایت روشن اور مؤثر مثال کے طور پر سامنے آتا ہے۔ یہ واقعہ اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختلافِ مذہب کو نہ تو سماجی تحقیر کا سبب بنایا اور نہ سیاسی جبر کا ذریعہ، بلکہ اسے مکالمے، احترام اور پرامن بقائے باہمی کے اصولوں کے تحت منظم کیا۔ نجران کے وفد کی آمد کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف انہیں قبول فرمایا بلکہ ان کے ساتھ عزت و اکرام، تحمل اور شائستگی کا برتاؤ کیا، جو اس بات کی دلیل ہے کہ نبوی اسوہ میں مذہبی اختلاف کے باوجود انسانی وقار کا احترام بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ اس واقعے کے تحت صحیح بخاری میں وفدِ نجران کی آمد اور مباہلہ کے تناظر کا ذکر موجود ہے، جبکہ سیرت ابن اسحاق کی روایت میں یہ تفصیل نقل ہوئی ہے کہ جب ان کی عبادت کا وقت ہوا تو وہ مسجد نبوی میں اپنے طریقے کے مطابق عبادت کے لیے کھڑے ہوئے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو فرمایا: دَعُوهُمْ، یعنی انہیں چھوڑ دو، چنانچہ انہوں نے مشرق کی طرف رخ کر کے اپنی عبادت ادا کی۔

9ہجری (630-631عیسوی) کو "عام الوفود" (وفود کا سال) کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے عیسائی حکمرانوں کو اسلام کی دعوت دیتے ہوئے ایک خط ارسال فرمایا۔ اس خط میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تین باتوں میں سے ایک کو اختیار کرنے کی تلقین کی: اسلام قبول کرنا، جزیہ ادا کرنا، یا جنگ کے لیے تیار ہو جانا۔ نجران کے بشپ (اسقف) نے یہ خط پڑھ کر اپنی قوم کے معززین کو جمع کیا اور مشاورت کے بعد فیصلہ کیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست ملاقات کے لیے مدینہ منورہ ایک وفد بھیجیں گے۔ یہ وفد 60 سواروں پر مشتمل تھا، جس میں 14 افراد ان کے سب سے زیادہ معزز اور صاحبِ اختیار

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June 2026)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: May 19, 2026

سردار تھے۔ان میں تین افراد مرکزی حیثیت رکھتے تھے: عاقب (عبدالمسیح) جوان کا سیاسی و مشاورتی امور کا سربراہ تھا، سید (الایہم) جوان کے سفر و قیام اور نظم و نسق کا ذمہ دار تھا، اور ابو حارثہ بن علقمہ جوان کا بشپ (مذہبی پیشوا) اور بڑا عالم تھا۔[33]

جب نجران کا یہ مسیحی وفد مدینہ منورہ پہنچا تو ان کی وضع قطع اور لباس انتہائی شاندار اور متاثر کن تھا۔وہ قیمتی حلل (یمنی چادریں) پہنے ہوئے تھے جن پر صلیب کے نقش و نگار بنے ہوئے تھے، اور سونے کی انگوٹھیاں پہنے ہوئے تھے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے جنہوں نے اس وفد کو دیکھا، ان کا بیان ہے کہ انہوں نے اس سے پہلے ایسا باوقار اور جلیل القدر وفد کبھی نہیں دیکھا تھا۔یہ وفد عصر کی نماز کے بعد مسجد نبوی میں داخل ہوا۔اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے۔یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان غیر مسلم مہمانوں کو اپنی مسجد میں ٹھہرنے اور ان سے ملاقات کرنے میں کوئی تامل نہیں فرمایا، حالانکہ ان کا لباس اور حلیہ اسلامی تعلیمات کے مطابق نہیں تھا۔جب وفد کے افراد نے پہلی بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لباس میں صلیب کے نشانات کی وجہ سے پہلے روز ان کی طرف توجہ نہیں فرمائی اور ان سے گفتگو نہیں کی۔انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے (جو ان کے قریبی رشتہ دار اور عربی زبان و ثقافت سے بخوبی واقف تھے) اس رویے کی وجہ پوچھی۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں مشورہ دیا کہ وہ اپنا لباس تبدیل کر لیں۔چنانچہ اگلے دن وہ راہبوں جیسا سادہ اور پاکیزہ لباس پہن کر حاضر ہوئے، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خوش آمدید کہا اور ان سے گفتگو فرمائی۔[34]

یہ واقعہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفد کی میزبانی میں کوئی کمی نہیں چھوڑی، بلکہ انہیں موقع دیا کہ وہ اسلامی ثقافت اور مسلمانوں کے طور طریقوں کو قریب سے دیکھیں اور سمجھیں۔

یہ اس واقعے کا سب سے نمایاں اور اہم ترین پہلو ہے، جو بین المذاہب احترام اور مذہبی رواداری کی تاریخ میں ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔جب نجران کے وفد کی عبادت کا وقت آیا، تو انہوں نے مشرق کی جانب رخ کر کے اپنی مخصوص مسیحی عبادت (نماز) ادا کرنے کا ارادہ کیا۔یہ منظر مسجد نبوی کے اندر پیش آیا۔بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے دیکھ کر انہیں روکنے کا ارادہ کیا، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منع فرماتے ہوئے وہ تاریخی اور لازوال جملہ ارشاد فرمایا جو بین المذاہب ہم آہنگی کی بنیاد بنا:

"فَلَمَّا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ قَامُوا فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلُّونَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: دَعُوهُمْ، فَصَلَّوْا إِلَى الْمَشْرِقِ"۔[35]

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June 2026)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
May 19, 2026

خلاصہ فصل

زیرِ نظر مقالے میں سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں بین المذاہب احترام اور احترامِ انسانیت کے اصولوں کا تجزیاتی و تقابلی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔اس مطالعے میں یہ واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مذہبی تنوع سے بھرپور معاشرے میں انسانی وقار، مذہبی آزادی، مساوات، عدل اور بقائے باہمی کو نہ صرف اخلاقی اقدار کے طور پر پیش کیا بلکہ انہیں عملی، قانونی اور سماجی سطح پر نافذ بھی فرمایا۔ میثاقِ مدینہ، وفدِ نجران کا واقعہ، غیر مسلم شہریوں اور سفارت کاروں کے حقوق، عبادت گاہوں کے تحفظ، اور غیر مسلموں کے ساتھ حسنِ سلوک کے متعدد واقعات اس حقیقت کی شہادت فراہم کرتے ہیں کہ نبوی منہج میں بین المذاہب احترام ایک منظم ریاستی اور سماجی اصول تھا۔

مقالے میں ان نبوی اصولوں کا تقابل جدید عالمی انسانی حقوق کے تصورات، بالخصوص مذہبی آزادی، مساوی شہریت اور بین المذاہب مکالمے کے اصولوں سے کیا گیا ہے۔ اس تقابلی مطالعے سے یہ امر سامنے آتا ہے کہ عالمی انسانی حقوق میں جن اقدار کو آج بنیادی حیثیت حاصل ہے، ان کی عملی اور اخلاقی بنیاد سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں صدیوں پہلے موجود تھی۔ اس طرح یہ مقالہ سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو بین المذاہب ہم آہنگی اور عالمی احترامِ انسانیت کے ایک آفاقی، متوازن اور قابلِ عمل ماڈل کے طور پر پیش کرتا ہے۔

اس تحقیق کے تفصیلی مطالعے کے بعد درج ذیل نتائج سامنے آئے ہیں:

1. سیرتِ نبوی ﷺ میں بین المذاہب احترام محض وعظی یا اخلاقی تلقین نہیں بلکہ ایک منظم سماجی، قانونی اور ریاستی اصول کے طور پر موجود ہے، جس کا عملی اطلاق ریاستِ مدینہ میں واضح طور پر نظر آتا ہے۔
2. رسول اللہ ﷺ نے مذہبی اختلاف کو انسانی وقار کے منافی قرار نہیں دیا، بلکہ غیر مسلموں کے ساتھ حسنِ سلوک، انصاف، مکالمہ اور مذہبی آزادی کو اپنی عملی زندگی کا مستقل حصہ بنایا۔
3. میثاقِ مدینہ نے مذہبی تنوع کو تسلیم کرتے ہوئے مساوی شہری حیثیت، مذہبی آزادی اور معاہداتی ذمہ داریوں کے ایسے اصول وضع کیے جو جدید انسانی حقوق کے بنیادی تصورات سے ہم آہنگ ہیں، اگرچہ ان کی تشکیل وحی پر مبنی اخلاقی فریم ورک میں ہوئی۔

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June 2026)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: May 19, 2026

4. وفدِ نجران کو مسجد نبوی میں عبادت کی اجازت دینا سیرتِ نبوی ﷺ میں آزادیِ عبادات اور بین المذاہب احترام کی ایک غیر معمولی مثال ہے، جو یہ ثابت کرتی ہے کہ نبوی منہج میں مذہبی اختلاف جبر یا تحقیر کا سبب نہیں بنتا۔

5. غیر مسلم شہریوں (ذمی/معاہد) کے جان و مال کے تحفظ سے متعلق نبوی احادیث اور عملی فیصلے اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ اسلامی ریاست میں اقلیتوں کے حقوق کو مذہبی، اخلاقی اور قانونی ضمانت حاصل تھی۔

6. رسول اللہ ﷺ کا سفارت کاروں اور غیر مسلم نمائندوں کے ساتھ حسنِ سلوک جدید عالمی سفارتی قوانین اور diplomatic immunity کے اصولوں سے معنوی مطابقت رکھتا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بین الاقوامی احترام کا تصور سیرتِ نبوی ﷺ میں واضح طور پر موجود تھا۔

7. عبادت گاہوں کے تحفظ، عام معافی، اور دشمنوں کے ساتھ عفو و در گزر کے واقعات اس حقیقت کو اجاگر کرتے ہیں کہ سیرتِ نبوی ﷺ میں احترامِ انسانیت کو طاقت، غلبے یا انتقام پر ہر حال میں ترجیح دی گئی۔

8. جدید عالمی انسانی حقوق کے موجودہ مباحث کے بر عکس، جہاں مذہبی رواداری کو اکثر محض قانونی فریم میں دیکھا جاتا ہے، سیرتِ نبوی ﷺ اسے اخلاقی، روحانی اور سماجی اقدار کے ساتھ مربوط ایک ہمہ گیر نظام کے طور پر پیش کرتی ہے۔

9. یہ تحقیق اس نتیجے پر پہنچتی ہے کہ سیرتِ نبوی ﷺ بین المذاہب احترام اور عالمی اصولِ احترامِ انسانیت کے لیے نہ صرف ایک تاریخی مثال ہے بلکہ عصرِ حاضر کے مذہبی و سماجی مسائل کے حل کے لیے ایک زندہ اور قابلِ نفاذ ماڈل بھی فراہم کرتی ہے۔

حوالہ جات

[1]۔ سورہ الاسراء: ۷۰

[2]۔ سورہ البقرہ: 256

[3]۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، باب: الهدية للمشركين، ج۲، ص۵۱۳، رقم الحدیث: 2620

[4]۔ النسائی، احمد بن شعیب، سنن النسائي، باب: من جاء فی اسم، مکتب التربیۃ العربي لدول الخلیج۔ الریاض، ج۸، ص۲۲۹، رقم الحدیث: 16482

[5]۔ کشمیری، انور شاہ، فیض الباری علي صحیح البخاری، انوار اشرفیہ، لاہور ۴، ص۲۸۸

[6]۔ القادری، ڈاکٹر محمد طاہر، اِسلامی ریاست میں غیر مسلم کے جان و مال کا تحفظ، منہاج القرآن پبلی کیشنز لاہور، ص۹۸

[7]۔ دارمی، ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمن (255ھ)، السنن، بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، 1407ھ، ج۲، ص۳۰۷، رقم الحدیث: 2503

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June 2026)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
May 19, 2026

[8]۔احمد بن حنبل،ابو عبداللہ شیبانی(241ھ)،المسند، بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ،1420ھ/1999ء ج ا، ص ۳۹۰،رقم الحدیث:3708

[9]۔القادری، ڈاکٹر محمد طاہر، اِسلامی ریاست میں غیر مسلم کے جان ومال کا تحفظ، ص ۷۵

[10]۔سورہ الانعام،۶:۱۰۸

[11]۔دریاآبادی، مولانا عبد الماجد، تفسیر ماجدی، پاک کمپنی اردو بازار لاہور، ص ۲۹۷

[12]۔الطحاوي، أبي جعفر الحنفي،السنن المأثورة - للإمام محمد بن إدريس(150-204ھ)، باب: ماجاء فی فدیۃ الاذی، ص ۳۸۶،رقم الحدیث:539

[13] الانبیاء104:21

[14] الاحزاب 23:21

[15] زمحشری، ابوالقاسم محمد بن عمر، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل وعیون الاقاویل فی وجوہ التاویل، دار لکتب العربی، بیروت، لبنان، ج ۴، ص ۴۴۸

[16] احمد بن حنبل، مسند، المطبعۃ المیمینیہ، مصر 1313ھ،، ج ۳، ص ۲۷۰

[17] نیشاپوری، مسلم بن حجاج صحیح مسلم،، کتاب الجہاد، باب فتح مکہ، خالد احسان پبلشرز لاہور، ص ۹۹۵

[18] بیہقی، حسین بن علی، شعب الایمان، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان، ج ۴، ص ۵۱۸

[19]ابن سعد، ابو عبداللہ، محمد، طبقات الکبری، بیروت لبنان، ج ا، ص ۳۵۷

[20] سلیمان بن اشعث، سنن ابی داود،، کتاب الجنائز، باب الرجل یموت لہ قرابتہ مشرکتہ، الکتب الستہ، ص1464

[21] یحیی بن آدم، القرشی، کتاب الخراج، مطبع المکیہ لاہور، ص ۲۱۵

[22] ابن حجر، محمد بن عسقلانی، الاصابۃ دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان 1328ھ، ج ۲، ص ۸

[23] ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل صحیح بخاری،، مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، حدیث نمبر 4135، ج ۵، ص ۴۴۲

[24] الترمذی، ابو عیسی محمد بن عیسی، الجامع الترمذی، کتاب التفسیر، سورتہ الفتح، الکتب الستتہ دار السلام للنشر والتوزیع، الریاض السعودیہ 1429ھ، ص ۱۹۸۵

[25] شبلی نعمانی، سیرت النبی، الفیصل تاجران وناشران، لکھنو، ج ۲، ص ۲۵۶

[26]البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاستئزان، الکتب الستہ، ص ۵۲۷

[27] البخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الھبہ، باب الھدیہ للمشرکین، 2620، ص ۲۰۶

[28] ابن ہشام، السیرت النبویہ، داراخیا، اتراث العربی، بیروتلبنان، 1971،

[29] ابو بکر، عبد الرزاق بن ہمام، المصنف، تحقیق حبیب الرحمن، دار الکتب الاسلامی، بیورت لبنان،

[30] محمد بن سعد، طبقات ابن سعد، المتوفی 230، نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی، ج ا، ص ۱۳۳

[31]۔أبو عُبید القاسم بن سلاّم بن عبداللہ الھروي البغدادي (ت 224ھ)،کتاب الأموال، دار الفکر۔—بیروت، ص ۲۶۰

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
May 19, 2026

[32]-https://dar-alifta.org/en/article/details/4874/celebrating-diversity-snapshots-from-the-constitution-of-medina

[33]-أبو بكر أحمد بن الحسين البيهقي (384 - 458 ھ)،دلائل النبوة ومعرفة أحوال صاحب الشريعة،دار الكتب العلمية،بيروت–لبنان،ج۲،ص ۴۳۲

[34]-عبدالرحمن السهيلي(508-581ھ)،الروض الأنف في شرح السيرة النبوية لابن هشام،دار الكتب الحديثة،لصاحبها توفيق عفيفي–مصر،ج۴،ص ۴۳۲

[35]-أبو بكر أحمد بن الحسين البيهقي (384 - 458 ھ)،دلائل النبوة ومعرفة أحوال صاحب الشريعة،ج۲،ص ۴۳۲

CC BY